حضرت مولانا شاہ بلیغ الدین
ٹورنٹو امریکہ

دمشق کے قاضی صاحب

دمشق کی گلیوں میں ایک جگہ بڑی بھیڑ بھاڑ تھی ایک معمولی سے مکان کے آگے مجمع لگا تھا یہ مکان کس کا تھا اور یہ مجمع کیسا؟ ابھی مجمع بڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک بزرگ اس معمولی گھر سے نکلے۔ خچر دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔ راستہ جامع عمری دمشق کا تھا۔ مجمع دم بدم بڑھتا ہی جارہا تھا اور گلیوں سے نکل کر جب یہ لوگ بازار میں پہنچے، تو معلوم ہوتا تھا جیسے شاہراہ پر کوئی شاہی جلوس گیا ہے۔ یہ جلالت و شان یہ بے پناہ عقیدت یہ ادب و احترام تو شہنشاہوں کے جلوس میں بھی نظر نہیں آتا۔ اتنے لوگ تھے کہ راستہ بھر گیا تھا کبھی کوئی کبھی کوئی آگے بڑھتا اور ان مرد بزرگ سے کچھ نہ کچھ پوچھ کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

یہ طالبانِ علم کا مجمع تھا اور جلالت مآب حضرت ابو درداء رضی اللہ تھے۔ مسجد آتے جاتے طالبعلم ان سے مسائل پوچھتے اور وہ بتاتے جاتے تھے۔ مسجد پہنچتے ہی درس شروع ہو جاتا۔ دور دور سے استفادے کیلئے لوگ جمع رہتے۔ حجاز میں اہل علم اور اہل اللہ کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہاں سے بھی علم کے پیاسے اس دریائے علم کی طرف کھنچے چلے آتے۔ طلبہ کی کثرت کا یہ حال ہوتا کہ ایک ایک وقت درس میں سولہ سولہ سو طالبعلم شریک رہتے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرط محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ 'آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو درداؓ سے بڑا کوئی عالم نہیں!'

حضرت ابو درداؓ ان ممتاز صحابہ میں تھے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں پورے قرآن کے حافظ ہو گئے تھے۔ یوں تو فقہ اور حدیث کا بھی درس دیتے تھے لیکن مزہ قرآن پاک کے درس میں تھا۔ فنِ تجوید میں بھی وہ یکتائے روزگار تھے۔ شام میں قرآن مجید کی تعلیم اور درس کیلئے فاروق اعظمؓ نے خاص طور پر انہیں مامور کیا تھا۔ کلام اللہ کی بعض مشکل آیتیں ایسی تھیں جنکا مطلب انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تھا اسلئے ان سے کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا

جاتا تو بڑا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ صحابہ کرام کی بعض محفلیں احادیث نبویؐ کے تذکرے کیلئے مخصوص ہوتی تھیں۔ یہ وہ موقع ہوتا جب وہ اپنی اپنی سنی ہوئی حدیثیں ایک دوسرے کو سناتے۔ الفاظ کی صحت کرتے ان کے مطالب پر غور کرتے اور ایک دوسرے کے علم سے فائدہ اٹھاتے۔ حضرت ابو درداؓ ان محفلوں کی رونق تھے کبھی کبھی خود ایسی محفلوں کی ابتدا کرتے اور اپنے ساتھیوں سے پوچھتے فلاں بات کے سلسلے میں رسالت پناہؐ نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔

فقہ میں بھی آپ کا خاص درجہ تھا۔ کوفے سے چل کر لوگ دمشق آتے اور فقہی مسائل میں آپ کی رائے معلوم کر کے جاتے تھے۔ حضرت ابو درداؓ کی خانگی زندگی بڑی پر سکون تھی۔ گھر میں علم اور عبادت کی فضا تھی۔ دو بیبیاں آپ کے عقد میں آئیں۔ ایک ام درداء کبریٰ اور ایک ام درداء صغریٰ۔ دونوں بہت پڑھی لکھی اور بڑی عبادت گزار بیبیاں تھیں۔ بڑی صحابیہ تھیں۔ فتوے دیتیں اور حدیثیں روایت کرتی تھیں۔ ام درداءؓ اصغریٰ صحابیہ نہ تھیں لیکن علم و فضل میں ممتاز تھیں۔ اور بے مثل قاری کی حیثیت سے مشہور تھیں۔ شام میں ہزاروں عورتوں نے ان سے کلام اللہ سبقاً پڑھا۔ بڑے لڑکے بلال دمشق کے قاضی تھے۔ ان کے علاوہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ حضرت ابو درداؓ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے وہ بھی بدر کی فتح کے بعد۔ زندگی کے آخری زمانے میں بڑا افسوس کرتے اور فرماتے کے کاش میں بیعت عقبہ میں شریک رہتا! اکثر کہتے انسان زندگی میں ایک لمحہ نفس کی غلامی کر لے تو بعد میں بڑا وقت اس پر افسوس کرنے میں گزارتا ہے۔ صحابہ کرام میں ان کی عزت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمرؓ نے شرکائے بدر کے برابر ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی ایمان لے آتے تو صالحین اسلام میں انکا شمار ہوتا!

ایک بار گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں آئے تو اس شان سے گھوڑے پر سوار تھے کہ بانکے شہسوار معلوم ہوتے تھے۔ مجاہد اعظم ﷺ اسوقت احد کے دامن مین مشرکین مکہ کے خلاف مسلمانوں کی صف بندی فرما رہے تھے۔ ایک نظر انکو دیکھا تو آپ کو بندہ مومن کی یہ شان بڑی بھلی معلوم ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ 'عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں!'

عویمر نام تھا۔ ابو درداکنیت۔ عدی بن کعب کا خاندان تھا اور خزاج قبیلہ۔ جنگ احد میں شریک تھے۔ بعد کی لڑائیوں میں بھی شریک رہے۔ ہجرت کے بعد بھائی بند کا جو سلسلہ قائم ہوا تو اس میں حضرت سلمان فارسی انکے بھائی بنائے گئے۔ حضرت ابو درداؓ کی زندگی کا حال یہ تھا کہ دنیا کی دلفریبیاں ذرا بھی چھو کر نہ گئی تھیں۔ سادہ تر زندگی بسر کرتے تھے۔ وصال نبویؐ کے بعد دمشق جا کر رہ گئے۔ جب مدینہ چھوڑنے کا طے کر لیا تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ بولے 'میں نے سوچا ہے کہ شام کے علاقے میں کہیں جا کر بس جاؤں! مدینے سے رخصت کی اجازت دیجیے۔ حضرت عمر امیر المومنین تھے۔ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا ذی علم ہستی مدینے سے چلی جا رہی تھی۔ کسی نہ کسی طرح روکنا چاہا۔ فرمایا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو ایک شرط پر جا سکتے ہیں! حضرت ابو درداؓ کو حیرت ہوئی۔ وہ تو اخلاقی اجازت مانگنے آئے تھے اور امیر المومنین ان پر پابندی لگا رہے ہیں۔ یہ پابندی کیسی؟ لیکن جانتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا ہر کام خدا اور رسولؐ کیلیے تھا۔ اسلئے سوچا ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت ہو گی۔ چنانچہ کچھ دیر غور کر کے بولے "حکم! امیر المومنین نے کہا کہ حکومت کا کوئی عہدہ قبول کر لیجئے۔" دنیا تو یہ موقع ڈھونڈتی رہتی ہے۔ لیکن ابو درداء درویش خدامست تھے۔ معذرت کیساتھ کہنے لگے "یہ طے ہے کہ میں کوئی عہدہ قبول نہ کرونگا۔" حضرت عمرؓ نے کہا "تو پھر اجازت کی امید بھی نہ رکھیے۔" بہت سوچ کر بولے "اچھا تو پھر ایسا کیجیے کہ لوگوں کو قرآن وحدیث سکھانے کا اور نماز پڑھانے کا کام میرے ذمہ کر دیجئے۔" دونوں سراپا اخلاص، صدق وصفا کے پیکر ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسلئے اسی وقت بات طے ہو گئی اور حضرت ابو درداؓ دمشق جا کر رہ گئے۔ شام پر رومیوں کی حکومت تھی۔ عجمیوں کا پڑوس تھا۔ زندگی میں بڑا تکلف بڑے ٹھاٹ باٹ تھے۔ مسلمان جو یہاں آ کر بس گئے تھے۔ وہ بھی ان کا رہن سہن اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن حضرت ابو درداؓ پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ تھا۔

حضرت عمرؓ ایک سفر کے دوران میں کچھ دن دمشق میں رکے کہ بہت سے ضروری کام کرنے تھے۔ حکومت کے کاروبار ختم ہوئے تو حضرت ابو درداکو پوچھا بتایا گیا پڑھنے پڑھانے کے سوا وہ کوئی کام نہیں کرتے۔ امیر المومنین مسکرائے اور خاموشی سے ان کے گھر کی راہ لی۔ شام ہو چلی

تھی دیکھا نہایت معمولی مکان ہے۔ نہ کوئی شوکت و شان نہ ڈیوڑھی نہ دربان! آرائش و نمائش کی کوئی چیز کہاں؟ وہاں تو گھر میں چراغ بھی نہ تھا۔ حضرت ابو درداؓ اندھیرے میں کمبل اوڑھے ایک طرف پڑے تھے۔ وہی ابو درداؓ جن کے علم و حکمت کے چراغ سارے شام بلکہ تمام عالم اسلام میں روشن تھے۔ عسرت اور تنگی کا یہ حال دیکھ کر امیر المومنین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ اس قدر تکلیف سے کیوں رہتے ہیں؟ جواب ملا کہ "آنحضرت کا ارشاد تھا کہ ہمیں دنیا میں صرف اتنا سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کیلئے ضروری ہے۔ افسوس آپؐ کے بعد ہم لوگ کیا ہو گئے؟" نبیؐ اللہ کی یاد جو آئی تو دونوں بزرگ روتے رہے' روتے رہے حتیٰ کے صبح ہو گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ جب بھی شام جاتے انہیں کے پاس ٹھہرتے۔ دونوں میں بڑی محبت اور بڑا اخلاص تھا۔ حضرت ابو درداؓ کی زندگی کا حال کچھ ایسا تھا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی نہیں حضرت سلمانؓ بھی ایک بار چونک پڑے۔ انہیں روکا کہ اسقدر مسافرانہ زندگی نہ گزارو! کچھ اپنے نفس اور بیوی بچوں کا بھی خیال رکھو! اللہ کیساتھ ان کا حق بھی ادا کیا کرو! لیکن معلوم ہوا سب اس حال میں خوش تھے۔

حضرت عمرؓ نے بہت چاہا کہ ابو درداؓ کوئی عہدہ قبول کر لیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو ایک بار پھر انکو مجبور کیا جانے لگا۔ یہاں وہی ایک جواب تھا۔ بڑی مشکل سے دمشق کا قاضی بننا منظور کیا کہ اللہ کے بندوں کے جھگڑے چکائیں اور انہیں راہ راست پر لے آئیں۔ اس زمانے میں اکثر ایسا ہوتا رہا کہ امیر معاویہ جو قریب قریب تمام شام کے گورنر تھے دمشق سے باہر جاتے تو ان کو اپنا کام سپرد کر جاتے۔ حضرت ابو درداؓ اس بات سے بہت گھبراتے لیکن جتنے دن کام کرتے خدا اور رسول کے احکامات میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔

حضرت ابو درداؓ دل کے کھلے اور مہمانوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جو وظیفہ ملتا اس کا بڑے حصہ مہمانداری میں صرف کر دیتے۔ کچھ پاس نہ بھی ہوتا تب بھی مہمان کی بڑی خدمت کرتے۔ کھانے ہی کا اہتمام نہ ہوتا بلکہ مہمان رخصت ہونے لگتا اور ممکن ہوتا تو سفر خرچ کیلئے کچھ پیش کرتے۔ زندگی سراپا اصلاح و عمل تھی۔ کسی حاکم وقت سے کوئی غلطی سرزد ہوتی اور ان

کو معلوم ہوتا تو ٹوک دیتے۔ یہ خیال ہی نہ کرتے کہ وہ کس مرتبے کا آدمی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرتے دیکھا تھا اسلئے ہمیشہ اپنا کام آپ کرتے۔ مسجد نبویؐ میں ہوتے تو زمین صاف کرتے۔ پودے لگاتے انہیں پانی دیتے۔ بعض لوگوں کو تعجب ہوتا تو کہتے "یہ سب تو ثواب کے کام ہیں۔" ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے دیکھا راستے میں ایک شخص کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا "کیا معاملہ ہے؟" کسی نے بتایا کہ اس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ مجمع میں کوئی اسے گالی دیتا تھا کوئی بے تحاشا مارتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ "کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو اسے نکالنا چاہیے۔ گالی دینے سے کیا حاصل؟" یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس گناہ سے بچا لیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ اس شخص کو برا نہیں سمجھتے؟ فرمایا "فطرتاً اس میں کوئی برائی نہیں۔ اللہ اسے معاف کرے۔ جب توبہ کرلے گا تو میرا بھائی بن جائے گا۔"

ایک دن سعد بن ابی طلحہ عمری کو دیکھا۔ پوچھا "آپ کا مکان کہاں ہے؟" انہوں نے کہا کہ "گاؤں میں مگر گاؤں شہر سے قریب ہے!" فرمایا "شہر میں نماز پڑھا کرو! جس مقام پر اذان با نماز نہ ہوتی ہو وہاں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بھیڑیا ہمیشہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو اپنے گلے سے دور ہوتی ہے۔" حضرت ابو درداؓ بڑے زاہد و عابد انسان تھے۔ حضور اکرمؐ انکی بہت عزت رکھتے تھے۔ صحابہ کرام ان کی بڑی عزت کرتے۔ گھر اور باہر ان کے علم و فضل کے چرچے تھے۔ ہوا و ہوس زندگی کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی۔ ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے۔ تہجد گزار عابد شب زندہ دار تھے۔ چاہے گھر پر ہوتے چاہے سفر میں چاشت کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتے اور ہر مہینے میں تین دن پابندی سے روزہ رکھتے۔

اس عمل کے باوجود خوف خدا ہمیشہ غالب رہتا۔ ایک بار خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو حالت یہ تھی کہ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا تھا۔ ہونٹ منہ خشک ہوئے جارہے تھے۔ بڑی مشکل سے بولے "بھائیو! اس وقت سے ڈرتا ہوں جب سوال و جواب ہوگا۔ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ علم ہم نے دیا تھا اس کے برابر عمل کیوں نہ کیا تو کیا جواب دوں گا؟ قرآن مجید کی ہر آیت جسے پڑھتا رہتا ہوں سوال کرنے کھڑی ہو جائے گی کہ ہمارے ذریعے جو حکم دیا گیا تھا تم نے اسے پورا کیا؟ کوئی

پوچھے گی کہ جن باتوں سے ہم نے روکا تھا تم ان سے بچے رہے؟ کوئی آیت سوال کرے گی ہم نے تم کو خدا سے ڈرایا تھا اس کے عذاب کا خوف دلایا تھا کیا تم ان باتوں سے ڈرتے رہے جو خدا کو ناپسند تھیں --- لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤنگا؟ ذرا سوچو کہ وہ کیسی سخت گھڑی، اور کیسا سخت امتحان ہوگا اللہ سب کو اس وقت اپنی امان میں رکھے۔"

زندگی کے آخری دن تھے۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام دمشق آئے۔ اور ان کی خدمت میں پہنچے۔ پڑھنے کے شوق سے آئے تھے مگر دیکھا کہ استاد سخت بیمار ہیں۔ بچنے کی کوئی امید نہیں تو ٹھہر گئے۔ ایک دن حضرت ابو درداؓ نے کہا "جاؤ! لوگوں کو بتادو کہ اب میرے چل چلاؤ کا وقت ہے۔" اطلاع عام ہوئی تو بے حساب آدمی جمع ہو گئے۔ معلوم ہوا گھر پر مجمع لگا ہے تو فرمایا کہ باہر لے چلو۔ باہر گئے بیٹھا نہ جاتا تھا۔ پھر بھی مجمع کو خطاب کیا۔ نماز کے بارے میں حدیث شریف سنائی اور بستر مرگ پر لوٹ گئے۔ مقصد یہ تھا کہ آخری درس حدیث کا ہو اور آخری سنت پوری ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے وصال سے پہلے نماز کے لئے تاکید فرمائی تھی۔

ہجرت کا بتیسواں سال تھا اور حضرت عثمان کا دور خلافت کہ کوچ کا وقت آیا۔ جیسے جیسے موت کا وقت آتا گیا توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ بے چینی بڑھتی گئی۔ بیوی نے تسلی دی اور کہا کہ آپ صحابی رسول اکرمؐ ہیں۔ خدا ضرور آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس قدر گریہ وزاری نہ کیجئے۔ بولے "کچھ پتہ نہیں کیا ہوگا؟" پھر بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ بلال! یہی وقت تم پر بھی آئے گا۔ بیٹا! اس دن کیلئے کچھ کر رکھو! اس کے بعد کلمہ طیبہ کے ورد میں لگ گئے۔ ایسی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ایک تابعی بزرگ حضرت مسروق جو اپنے دور میں امام تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ "تمام صحابہ کا علم چھ بزرگوں میں جمع ہو گیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو درداؓ تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے "دونوں باعمل عالموں کا کچھ ذکر کرو!" مراد ہوتے حضرت ابو درداؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ! جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا انتقال ہونے لگا تو طالبان علم دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کہ اب کس سے علم حاصل کریں اور کس کے عمل کو دیکھیں تو خود حضرت معاذ نے فرمایا کہ ابو درداؓ سے سیکھنا، علم بھی عمل بھی!

(زیر ترتیب کتاب بزم الف، لام، میم کا ایک باب)